دار الافتاء

انتخاب کا شرعی طریقہ

ایک استفتاء آیا ہے کہ :

اگر انتخاب کا متداول طریقہ صحیح نہیں ہے تو اس کی صحیح اور شرعی صورت کیا ہو سکتی ہے ؟
یہ سوال راقم الحروف کے کسی سابقہ تحریر کے مطالعہ سے پیدا ہوا ہے ۔

الجواب

کتاب و سنت اور علماء کے افکار کے مطالعہ سے جو امور سامنے آئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے ۔

نظام امارت : اسلام میں مغربی جمہوریت اور نظامِ صدارت کا کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی وہاں ڈکٹیٹر شپ کے لیے کوئی گنجائش ہے ـــــ جمہوریت میں حکمران "عوام کالانعام" اگلتے ہیں اس لیے وہ انہی کی عینک سے دیکھتا اور دماغ سے سوچتا ہے اور اس کی حیثیت ایک فصلی بٹیرے کی ہوتی ہے وہ قوم کو ذہن دیتا نہیں لیتا ہے ۔ ڈکٹیٹر شپ میں حکمران مسلط ہوتا ہے ، لایا نہیں جاتا ، اس لیے وہ اپنی ہانکتا ہے ، کسی کی سنتا ہے نہ دیکھتا ہے ۔ اپنی مرضی کرتا ہے ۔

اسلام میں ان کے بجائے "نظام امارت" ہے ، جس کے حکمران امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں ۔

ان کا انتخاب ہوتا ہے مگر وہ ایسا شخص نہیں ہوتا جو اپنے انتخاب کے لیے مہم چلا سکے ۔ اس کا انتخاب عوام کالانعام نہیں کرتے بلکہ خواص کرتے ہیں ، خواص سے مراد مغربی خواص نہیں ، مسلم خواص ہیں یہ خواص اور زعما عوام کے منتخب نہیں ہوتے ، منتخب روزگار ہوتے ہیں ، اپنے علم ، سیاسی سوجھ بوجھ تقوٰی اور تقدس کی بنا پر ان کو اپنی قوم میں قبولِ عام حاصل ہوتا ہے اور وہ مرجع خلائق ہوتے ہیں یعنی بخت و اتفاق کی پیداوار نہیں ہوتے ۔ بہرحال وہ دو چار بھی ہو سکتے ہیں اور دس بیس بھی ، وہ چالیس پچاس بھی ہو سکتے اور سو دو سو بھی ۔ ان کو یہ قبولِ عام ، دھن دولت یا اقتدار کی بنیاد پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ ان کے فہم ، طہارتِ نفس اور علم و ہوش کا نتیجہ ہوتا ہے ۔

ان خواص میں تینوں فوجوں کے سربراہ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بھی اپنے منصب اور

عہدہ کی بنا پر شریک کیے جا سکتے ہیں۔

بہ حالات موجودہ: اس کے لیے مختلف مکاتیب فکر کے ان با اعتماد، صالح اور عظیم شخصیتوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے جن کو ان کے ہاں سب سے زیادہ قبول عام، نیک شہرت اور جاہ و مرتبہ حاصل ہے۔

فرداً فرداً اس کی بیعت اور رائے دہی ساری قوم کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ بغیر کسی مہم جوئی اور ہنگامہ آرائی کے ہو جائے تو اس میں حرج بھی کوئی نہیں۔

عوام کی رائے اور ووٹ ضروری نہیں، ان کا اطمینان ضروری ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ: سواد اعظم کو اس سے گلہ اور شکوہ نہ ہو۔

ان زعماء کو جمع کر کے ان سے تفصیلی صلاح و مشورہ کرنے کے لیے فوجی سربراہ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی خدمات حاصل کی جانی چاہئیں۔ ان سے صلاح مشورہ اگر فرداً فرداً کیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔ اس کے لیے کثرت رائے یا دلائل اور شخصیت کے وزنی ہونے کی بنا پر اپنے فیصلے کے اعلان کرنے کا چیف جسٹس کو حق ہو گا۔ گو اجتماعی مجلس میں مشورہ مفید ہوتا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب مصلحت آمیز توافق یا باہمی مناقشات اور کشیدگی کا اندیشہ نہ ہو۔

انفرادی مشوروں میں "استصواب" کی شکل آزادانہ ہوتی ہے۔ کوئی کسی سے بدکتا ہے نہ جھکتا ہے۔ تاہم اس مسئلہ پر اگر چیف جسٹس کو کثرت رائے کے پلے میں باندھنے کے بجائے بالکل عدلیہ کے طرز پر "دلائل اور شخصیت" کے وزن کی بنا پر فیصلہ کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے تو کہیں بہتر رہے گا۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب کے موقعہ پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے کیا تھا۔

اس کے بعد اس سے "حلف" لیا جائے۔ پھر تمام فوجی جرنیل، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور وفاقی حکومت کے چیف سیکرٹری اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

بعدہٗ امیر المومنین اپنی کابینہ اور شوریٰ امیر کے لیے مناسب اور اچھی شہرت کے حامل افراد کا از خود انتخاب کر کے کارِ حکومت کا آغاز کرے گا۔ اور اس وقت تک وہ اس منصب پر فائز رہے گا جب تک اس سے "صریح کفر" سرزد نہ ہو جائے یا ملکی مسائل اور عوامی شکایات کے حل کرنے میں وہ ناکام نہ رہے۔ ہاں شکایات کے سلسلے میں سپریم کورٹ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ البتہ ایک سربراہ مملکت کے انتخاب کے لیے کچھ شرائط اور

اوصاف کا تعین ضروری ہوتا ہے تاکہ ان کے آئینہ میں انتخاب کیا جا سکے۔

علاقوں کے لیے نمائندگی کا فریضہ، اس علاقے کا گورنر اور اس سے نچلی سطح پر ڈپٹی سی ادا کرے گا۔ اس کے لیے الگ کسی نمائندے کے انتخاب کا مسئلہ مفت کی سر دردی ہے ۔ ہم نے دیکھا ہے کہ: علاقہ کے نمائندے عموماً کارِ حکومت میں مداخلت کرتے ہیں۔ ہاں علاقے کے پڑھے لکھے اور سوجھ بوجھ رکھنے والے طبقہ کو یہ حق پہنچے گا کہ وہ اپنے مسائل حکومت کے نمائندے کے سامنے رکھیں۔ اگر وہ توجہ نہ دیں تو ان کے خلاف اوپر تک جانے کا اسے حق ہو گا۔ ہمارے ان مصنوعی اور کاروباری سیاسی نمائندوں کی بہ نسبت نامزد کردہ نمائندے زیادہ مفید رہیں گے کیونکہ اس طرح براہِ راست سربراہِ مملکت سے پاکستانی شہری کا رابطہ قائم رہ سکتا ہے۔

اگر انتخاب، کا یہ بے ضرر طریقہ اختیار کیا جائے تو اس سے خاطر خواہ فائدہ ہو گا۔

۱۔ قوم مسرفانہ مصارف سے بچ جائے گی۔

۲۔ وقت کا ضیاع نہ ہو گا۔

۳۔ مہم چلانے کے مفاسد سے نجات مل جائے گی۔

۴۔ قوم "سرد خانہ جنگی" کے عذاب سے چھٹکارا پا جائے گی۔

۵۔ ملک و ملت کو اس دھڑا بندی کے مخمصہ سے بھی رہائی نصیب ہو جائے گی جس کو اپنی سیاسی چھتروں کی وجہ سے قانونی جواز اور تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ حالانکہ قرآن کے نزدیک، یہ دھڑا بندی انتہائی گھناؤنا فعل ہے۔

۶۔ حکمران اس فکر سے آزاد ہو کر اطمینان سے ملک و ملت کی خدمت کرے گا کہ اب (مثلاً) اگلے سال خدا جانے کون ہو گا۔ کیونکہ اس بے اطمینانی کی وجہ سے عموماً کارِ حکومت میں دلچسپی لینے کے بجائے وہ اپنے مستقبل کی تعمیر، ترقی اور تحفظ کے لیے خفیہ سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

۷۔ جن زعما کے ذریعے امیرالمومنین منظرِ عام پر آئے گا، ان کے واسطے سے ان کا عوام سے رابطہ مؤثر طریقے سے قائم رہے گا اور حالات سے باخبر رہنا ان کے لیے بالکل فطری ہو گا۔

۸۔ سازشوں کے چکر عموماً ان غیر محتاط سیاستدانوں کے دم قدم سے چلتے ہیں جن کو عوام کالانعام کے ذریعے قوم کے سیاسی افق پر نمودار ہونے کا بدقسمتی سے موقع مل جاتا ہے۔

۹۔ جن ملی زعما، عظیم قومی رہنماؤں اور ملک و ملت کے مزاج شناس پیشواؤں کے ذریعے